پر بیٹھنے لگے تو بیٹی نے فوراً اس کو تہہ کر دیا۔ باپ کے لیے یہ حرکت سخت تعجب خیز تھی۔ پوچھا، کیا تم نے اس کو میرے شایانِ شان نہ سمجھ کر اُٹھا دیا یا مجھے اس قابل نہ سمجھا کہ اس پر بیٹھوں۔ بیٹی نے جواب دیا۔ یہ رسولِ خدا کا بستر ہے اور آپ مشرک اور نجس ہیں۔ میں اس مقدس بستر پر آپ کو بٹھا کر اس کو پلید کرنا نہیں چاہتی۔ ③

قرآنِ مجید کا حکم ہے کہ خدا کے دشمنوں اور محاربین سے اہلِ ایمان کو کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ ایک مرتبہ حضرت اسماؓ کی مشرک والدہ بنت عبدالعزّٰی، تحفے تحائف لیے ہوئے مکہ سے مدینہ ان کے گھر آئیں، حضرت اسماؓ نے ماں کے تحفوں کو قبول کرنے بلکہ ان کو اندر آنے کی اجازت دینے سے قبل رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اجازت لی کہ کیا میں ان کو اپنے گھر ٹھہرا سکتی ہوں؟ اور یہ کہ وہ مجھ سے مدد اور ہمدردی کی توقع رکھتی ہیں کیا ان کے ساتھ تعاون اور حسنِ سلوک میرے لیے جائز ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا: ہاں، تمہارے لیے یہ دونوں باتیں جائز ہیں۔ ④

جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر اِفترا پردازی میں حصہ لیا، ان میں مسطحؓ بن اُثاثہ بھی تھے، ان کی ماں کے ایمانی تقاضوں نے اس کی اجازت نہ دی کہ بیٹے کی غلط حرکت کو گوارا کر لیں یا کم از کم تاویل وتوجیہ کے پردوں میں اس کو چھپا دیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے:

"كانت من أشد الناس علىٰ مسطح حين تكلم مع أهل الإفك في عائشة"⑤

"مسطح نے جب حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی کرنے والوں کے ساتھ تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو یہ ان پر اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت تھیں۔"

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت ان کے اس غیر شرعی اور ناروا عمل پر پیچ وتاب کھاتی اور غم وغصہ کا اظہار کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ باہر سے گھر آ رہی تھیں کہ پیر میں چادر اُلجھ گئی تو ایک دم وہی اندرونی جذبات اُبھر آئے اور بیٹے کو بدعا دینے لگیں۔ حضرت عائشہؓ کو اس وقت تک مسطح کی اس حرکت کا علم نہیں تھا اس لیے وہ مدافعت کرنے لگیں تو اُنھوں نے ان افواہوں کا ذکر کیا جو مدینہ کی فضا میں گشت کر رہی تھیں۔ ⑥

---

③ طبقات ابن سعد: ۷/۸   ④ صحیح بخاری: ۵۹۷۸   ⑤ طبقات ابن سعد: ۱۶۶/۸

جنگی خدمات

شریعت نے ریاست کے دفاع اوراس کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی، لیکن اس کے باوجود اللہ کے دین کو سر بلند دیکھنے کی تمنا اس کو دشمن کے خلاف محاذِ جنگ پر لے آتی اور مردوں کے ساتھ وہ بھی کفر کا علم سرنگوں کرنے میں حصہ لیتی رہی:

① ایک انصاری صحابیہ اُمّ عمارہؓ نے جنگِ اُحد میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور دلیری کا مظاہرکیا۔ سعد بن ربیع کی صاحبزادی اُمّ سعدؓ نے اس کارنامہ کے متعلق دریافت کیا تو تفصیل سے بتایا کہ میں صبح سویرے ہی مجاہدین کی خدمت کے لیے میدانِ کارزار میں پہنچ گئی تھی۔

ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، لیکن بعد میں جب فتح ونصرت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا تو اُن میں افراتفری اورانتشار پھیل گیا۔ اِس وقت حضور اکرم ﷺ کے قریب پہنچ کر آپ ﷺ کی مدافعت میں تیر اور تلوار چلانے لگی۔ یہاں تک کہ دشمن کی ضرب مجھ پر آن پڑی۔ اُمّ سعد کہتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر بہت ہی گہرے زخم کا نشان دیکھا اور پوچھا، کس نے آپ پر اتنا سخت حملہ کیا تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا، ابن قمہ نے! اللہ اسے غارت کرے! جب مسلمان شکست کھا کر حضور ﷺ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے تو یہ چلاتا ہوا آیا: بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ اگر وہ اس جنگ میں بچ گیا تو میری نجات نہیں۔ یہ میری ہلاکت اور موت ہے۔ یہ سن کر میں اور مصعب بن عمیرؓ اور چند دوسرے اَصحاب نے جو آپ کے ساتھ جمے ہوئے تھے، اس کا سامنا کیا۔ اس مقابلہ میں اُس نے مجھ پر یہ وار کیا جس کا نشان تم دیکھ رہی ہو۔ میں نے بھی تلوار سے کئی ایک حملے کیے، لیکن دشمنِ خدا دو دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔ نبی ﷺ کی مدافعت میں اُنہوں نے جس ہمت اور پامردی کا ثبوت دیا اس کی شہادت خود آپ ﷺ نے ان الفاظ میں دی ہے:

«ما التفتُ يمينًا ولا شمالاً إلا وأنا أراها تُقابل دوني»⑦

''دائیں بائیں جس طرف بھی میں نے رُخ کیا اُمّ عمارہؓ کو اپنی مدافعت میں لڑتے دیکھا۔''

اس دن ان کے جماؤ اور ثابت قدمی کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا:

---

⑥ صحیح بخاری: ۴۱۴۱ ⑦ سیرۃ ابن ہشام: ۳/ ۲۹، ۳۰

«لمقام نسيبة بنت كعب اليوم خير من مقام فلان وفلان»

''آج نسیبہ بنت کعب (اُمّ عمارہ) کی ثابت قدمی اور استقلال فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔''

اُحد کے علاوہ اُنھوں نے خیبر، حنین اور یمامہ کی جنگ میں بھی شرکت کی تھی۔ یمامہ کے دن لڑتے لڑتے ان کا ہاتھ شہید ہو گیا اور اس کے علاوہ تلوار اور نیزوں کے بارہ زخم ان پر دیکھے گئے۔ ⑧

② رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ میں عکرمہؓ بن ابوجہل کی بیوی اُمّ حکیمؓ شریک تھیں۔ اجنادین کی لڑائی میں عکرمہؓ شہید ہو گئے، چار ماہ دس دن کی عدت کے بعد مرجِ صفر نامی ایک مقام پر ان کا نکاح خالد بن سعیدؓ سے ہو گیا۔ نکاح کے دوسرے دن خالد بن سعیدؓ نے دعوتِ ولیمہ کی، ابھی لوگ دعوت سے فارغ ہونے بھی نہ پائے تھے کہ رومیوں نے صف بندی شروع کر دی۔ جب گھمسان کا رن پڑا تو اُمّ حکیمؓ، جن پر اب تک شبِ عروسی کے آثار نمایاں تھے اپنے خیمے کا ایک ڈنڈا لے کر میدان میں کود پڑیں اور دشمن کے سات افراد کو اس دن موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ⑨

③ اَسماء بنت یزید کے ہاتھ سے جنگِ یرموک میں نو رومیوں کو موت کا پیالہ پینا پڑا۔ ⑩

④ ایک اور انصاری خاتون اُمّ حارثؓ کی ثابت قدمی اور شجاعت دیکھئے کہ جنگِ حنین میں اسلامی فوج کے قدم میدان سے اُکھڑ چکے ہیں، لیکن یہ چند باہمت نفوس کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی ہوئی ہے۔ ⑪

⑤ حضرت انس کی والدہ اُمّ سلیمؓ خنجر لئے ہوئے اُحد میں آئی تھیں۔ حنین میں بھی ان کے پاس خنجر تھا، اس طرح مسلح ہو کر آنے کا مقصد حضور ﷺ نے دریافت فرمایا تو جواب دیا:

"اتخَذْتُه إن دنا مني أحد من المشركين بقرتُ به بطنه" ⑫

''میں نے اس کو اس لیے ساتھ رکھا ہے تا کہ اگر کوئی مشرک قریب ہو تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں۔''

---

⑧ طبقات ابن سعد: ۳۰۱/۸ تا ۳۰۴
⑨ الاستیعاب فی اسماء لاصحاب تذکرہ اُم حکیم
⑩ الاصابہ فی تمییز الصحابہ: ۳۳۵/۴
⑪ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ ام حارث
⑫ صحیح مسلم: ۱۸۰۹ [نوٹ: شرعی استدلال سے قبل تمام روایات کی فنی حیثیت کی جانچ ضروری ہے۔]

⑥ رومیوں میں جہاد میں شہرت رکھنے والی نامور شخصیت حبیب بن مسلمہؓ سے ان کی بیوی نے ایک جنگ کے موقع پر دریافت کیا۔ بتایئے! کل آپ کہاں ہوں گے؟ جواب دیا: یا تو دشمنوں کی صفوں کے اندر یا جنت میں۔ اِن شاء اللہ، جواب سن کر بیوی نے بھی پورے عزم کے ساتھ کہا، ان دونوں جگہوں میں سے جہاں بھی آپ ہوں گے مجھے توقع ہے کہ میرا مقام بھی وہی ہوگا۔ ⑬

⑦ ربیع بنت معوذؓ کا بیان ہے:

"كنا لنغزو مع النبي ﷺ فنسقى القوم نخدمهم ونرد القتلى والجرحى إلى المدينة" ⑭

''ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد پر جاتی تھیں اور ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں کہ مجاہدین کو پانی پلاتیں۔ ان کی خدمت کرتیں اور جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں۔''

⑧ ایک اور صحابیہؓ جو حضور ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئی تھیں، بیان کرتی ہیں:

" كنا نداوي الكلمى ونقوم على المرضى" ⑮

''ہم زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کا علاج معالجہ اور ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔''

⑨ اُمّ عطیہؓ اپنے متعلق فرماتی ہیں:

''میں نبی کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی تو میں لوگوں کے لیے کھانا بناتی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور بیماروں کی دیکھ بھال کرتی۔'' ⑯

⑩ اُحد کے زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی اور خدمت کے لئے بہت سی صحابیات جنگ کے بعد مدینہ سے گئی تھیں، طبرانی کی روایت ہے:

"لمّا كان يوم أحد وانصرف إلى الصحابة يعينونهم وكانت فاطمة في من خرج" ⑰

''جس دن اُحد کی جنگ ہوئی اور جنگ کے بعد مشرکین واپس ہو گئے تو خواتین صحابہ کی

---

⑬ البیان والتبیین: ۱۷۰/۲ ⑭ صحیح بخاری: ۲۸۸۳ ⑮ مسند احمد: ۸۴/۵

⑯ ایضاً ⑰ فتح الباری: ۲۸۷/۷

معاونت کے لیے روانہ ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ بھی ان ہی میں تھیں۔''
چنانچہ حضور ﷺ اس دن زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہؓ ہی نے اسے چٹائی کی راکھ سے بھرا تھا۔
⑪ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جنگ اُحد میں حضرت عائشہؓ اور اُمّ سلیمؓ نے بھی مجاہدین کی خدمت کی تھی:

"لقد رأيت عائشة بنت أبي بكر وأم سليم وإنهما المشمّرتان أرى خدم سوقهما تنقزان القرب على متونهما ثم تفرغانه في أفواه القوم ثم ترجعان فتملانهما ثم تجيئان فتفرغانه في أفواه القوم"[۱۸]

''میں نے عائشہ بنت ابی بکر اور اُمّ سلیم کو کمر بستہ (لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے) دیکھا۔ وہ اس قدر تیزی سے دوڑ دھوپ کر رہی تھیں کہ میں نے ان کی پنڈلیوں کے پازیب دیکھے، وہ اپنی پشت پر پانی سے بھرے ہوئے مشک لاد لاد کر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پلاتیں پھر واپس جاتیں اور بھر کر لاتیں اور مجاہدین کی تشنگی دور کرتیں۔''

⑫ ایک انصاری خاتون اُمّ سلیطؓ کے متعلق حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"إنها كانت تزمز لنا القرب يوم أحد"[۱۹]

''اُحد کے دن وہ ہمارے لیے مشکیزے بھرتی تھیں۔''

⑬ حمنہ بنت جحشؓ نے بھی اس دن یہ خدمات انجام دی ہیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے:

"وقد كانت حضرت أحدًا تسقى العطش وتداوي الجرحٰى"[۲۰]

''وہ اُحد میں موجود تھیں۔ پیاسوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کا علاج کرتیں۔''

⑭ اُمّ ایمن کے حالات میں بھی ابن سعدؒ نے اسی قسم کی روایت نقل کی ہے:

"وقد حضرتْ أمّ أيمن أحدًا وكانت تسقي الماء وتداوي الجرحٰى وشهدت خيبر مع رسول الله ﷺ"[۲۱]

⑮ جنگ خیبر کے سلسلے میں مورخ ابن اسحٰق نے صراحت کی ہے:

"وقد شهد خيبر مع رسول الله لنساء المسلمين"[۲۲]

''خیبر میں حضور ﷺ کے ساتھ مسلمان خواتین میں سے بہت سی خواتین نے شرکت کی۔''

---

⑱ صحیح بخاری: ۴۰۶۴ ⑲ ایضاً: ۲۸۸۱ ⑳ طبقات ابن سعد: ۱۸۵/۸

㉑ ایضاً: ص ۱۶۳ ㉒ سیرۃ ابن ہشام: ۳۴۴/۳

⑯ حشر بن زیاد کی دادی اور پانچ عورتیں بھی اس جنگ میں گئی تھیں۔ اُنہوں نے حضور ﷺ سے آنے کا مقصد ان الفاظ میں ظاہر کیا:

"یا رسول اللہ! خرجنا نغزل شعر ونعین به في سبیل اللہ ومعنا دواء للجرحی ونناول السهام ونسقی السویق"[43]

''اللہ کے رسول! ہم بالوں کو بٹتی ہیں اور اس کے ذریعے اللہ کے رستے میں تعاون کرتی ہیں۔ ہمارے ہمراہ زخمیوں کے لیے دوا ہوتی ہے، ہم تیر پکڑاتی اور ستو پلاتی ہیں۔''

⑰ خیبر ہی میں ابو رافعؓ کی بیوی، سلمہؓ قبیلہ اَشہل کی ایک خاتون اُمّ عامر، ایک انصاری عورت اُمّ خلا[44] اور کعیبہ بنتِ سعد کی شرکت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔[45]

⑱ اس سے اہم تر بات یہ ہے کہ وہ کسی خارجی دباؤ کے تحت یہ خدمات انجام نہیں دیتی تھیں بلکہ محافظین دین کی رفاقت اور تعاون کو اپنے لیے باعثِ عزت سمجھ کر خود ہی پیش کش کرتی تھیں۔ اسی جنگِ خیبر کا واقعہ ہے کہ رسول ﷺ روانہ ہونے لگے تو قبیلہ غفار کی چند عورتوں نے آ کر عرض کیا:

" إنا نرید یا رسول اللہ أن نخرج معك إلیٰ وجهك هٰذا فنداوی لجرحی ونعین المسلمین بما استطعنا

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس مبارک سفر میں جس پر آپ جا رہے ہیں ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلنا چاہتی ہیں تا کہ زخمیوں کا علاج کریں اور اپنے بس بھر مسلمانوں کی مدد کریں۔''

⑲ بعض خواتین میدان جنگ سے باہر بھی یہ خدمات انجام دیتی تھیں۔ مثلاً رفیدہ نامی قبیلہ اسلم کی عورت کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے:

''وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی اور اُنہوں نے مسلمانوں کے زخمیوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔''

چنانچہ مسجدِ نبویؐ میں ان کا خیمہ تھا۔ حضرت سعد بن معاذؓ جنگ خندق میں زخمی ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو رفیدہ ہی کے خیمہ میں منتقل کر دیا تھا تا کہ آپ بآسانی ان کی عیادت کر

---

(43) سنن ابوداؤد: ۲۷۲۹
(44) طبقات ابن سعد: ۳۳۶/۸
(45) ایضاً ص ۲۱۳
(46) سیرۃ ابن ہشام: ۲۹۵/۳

سکیں۔(٢٧)

دین کی مدافعت اور اس کی ترغیب

دین کی مدافعت، خواتین جس طرح شمشیر و سنان کے ذریعہ کرتی رہی ہیں، اسی طرح زبان و بیان سے بھی اُنہوں نے فریضہ انجام دیا ہے۔ حق کی نصرت وحمایت میں نیزہ اور تلوار بھی بلند کیا ہے اور زبان کی قوت بھی صرف کی ہے۔ ان کی پرجوش خطابت وتقریر نے بہت سوں کے لیے اللہ کی راہ میں مرنا اور جینا اور اپنی متاعِ حیات کا لٹانا آسان بنا دیا۔

(١) رسولِ اکرم ﷺ کی پھوپھی اَروٰی بنت عبدالمطلب کے متعلق ابن عبدالبر نے لکھا ہے:

''وہ اپنی زبان سے نبی کا دفاع کرتیں اور اپنے بیٹے کو نبی کی مدد اور حکم پر اُبھارا کرتی تھیں۔''(٢٨)

ان کے لڑکے طلیبؓ مکہ کے ابتدائی دَور ہی میں ایمان لا چکے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کے ساتھ جن میں طلیبؓ بھی شامل تھے، نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل، ابو لہب، عقبہ اور بعض دوسرے سردار اچانک ہلّہ بول بیٹھے اور زبان درازی شروع کر دی۔ صحابہؓ بھی پورے زور سے اظہارِ ایمان اور اپنی مدافعت کرنے لگے۔ طلیبؓ نے تو آگے بڑھ کر ابو جہل کو بری طرح زخمی کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین نے اُن کو پکڑ کر باندھ دیا۔ بعض لوگ یہ خبر لے کر اَرویٰؓ بنت عبدالمطلب کے پاس پہنچے اور کہا: ذرا اپنے بیٹے کی 'حماقت' تو دیکھو کہ محمد (ﷺ) کے پھیر میں آ کر لوگوں کے جور وستم کا نشانہ بن گیا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا:

"خير أيام طليب يوم يذب عن ابن خاله وقد جاء بالحق من عند الله"(٢٩)

''وہ دن کہ جن میں طلیب نے اپنے ماموں زاد کی حمایت کی تھی بہترین دن ہیں، یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آیا۔''

(٢) عبداللہ بن زیدؓ اُحد کے دن زخمی ہو گئے تو ان کی والدہ اُمّ عمارہؓ نے مرہم پٹی کی اور بجائے اسکے کہ اپنے لختِ جگر کو تکلیف میں دیکھ کر آرام لینے اور ستانے کا مشورہ دیتیں حکم دیا:

"انهض بني فضارب القوم"(٣٠) ''میرے بیٹے اُٹھو اور دشمن کو مارو۔''

---

(٢٧) طبقات ابن سعد: ٢١٣/٨ [نوٹ: شرعی استدلال سے قبل تمام روایات کی فنی حیثیت کی جانچ ضروری ہے]

(٢٨) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ اروٰی بنت عبدالمطلب (٢٩) مستدرک حاکم: ٥٢/٤

ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے شہدائے اُحد کے خلاف اشعار کہے تو ہند بنت اُثاثہؓ نے ان کا شعر ہی میں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ (۳۱)

(۳) حضرت خنساءؓ اپنے بچوں کے ساتھ جنگِ قادسیہ میں شریک ہوئی تھیں۔ان چاروں کو آغازِ شب ہی میں جمع کر کے کہا: اے میرے بچو! تم نے برضاورغبت ایمان قبول کیا اور کسی کے دباؤ کے بغیر ہجرت کی۔ بخدا، جس طرح تمہاری ماں ایک ہے، اسی طرح تمہارا باپ بھی ایک ہے، کیونکہ تمہاری ماں نے نہ تو تمہارے باپ کے ساتھ کوئی خیانت کی نہ تمہارے ننہال کو رسوا کیا، نہ تمہارے حسب کو بٹہ لگایا اور نہ تمہارے نسب کو غبار آلود کیا (یعنی شریف اور باعفت ماں کے بطن سے پیدا ہوئے ہو۔اس لیے تمہارے اعمال بھی شریفوں کے سے اور ارفع واعلیٰ ہونے چاہئیں) تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے کفار سے جنگ کے عوض کس قدر ثواب تیار کر رکھا ہے۔خوب سمجھ لو! اس فنا ہونے والی دنیا سے دارالبقا بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرو۔حق کی راہ میں جمے رہو اور اللہ سے ڈرو شاید تم فلاح پاؤ۔'' (آل عمران: ۲۰۰)

اگر اللہ نے چاہا اور تم نے سلامتی سے صبح کی تو پوری بصیرت کے ساتھ اور خدائے تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں نکل جاؤ اور جب گھمسان کا رَن پڑے اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو تم اس کی بھٹی میں (بلاخوف وخطر) کود پڑو۔جس وقت دشمن کا لشکر پورے جوش اور جذبہ سے لڑائی میں مصروف ہو تو تمہارے حملوں کا نشانہ اس کا سردار رہے اس طرح تم غنیمت اور جنت میں شرف ومرتبہ کے مستحق ہو کر لوٹو گے۔

ماں کی زبان سے یہ پر عزیمت تقریر سن کر چاروں لڑکے رجز پڑھتے ہوئے سربکف عرصۂ پیکار میں آنکلے، پھر ان کو خاک وخون میں غلطاں ہی دیکھا جا سکا۔

(۴) جس زمانے میں حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کر رکھا تھا، ان کے تقریباً دس ہزار ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کے ساتھ جا ملے یہاں تک کہ ان کے دولڑکے حمزہ اور خبیب بھی پناہ کے طالب ہو کر حجاج کے پاس چلے گئے۔عبداللہ بن زبیرؓ نے جا کر اپنی

---

(۳۰) طبقات ابن سعد: ۳۰۲/۸ (۳۱) سیرۃ ابن ہشام: ۴۲،۴۱/۳

والدہ اسماء بنت ابی بکرؓ سے اپنی بے بسی کا تذکرہ کیا کہ اور تو اور میری اولاد تک نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میرے ساتھ گنے چنے افراد رہ گئے ہیں جو حجاج کے مقابلہ میں دیر تک ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر میں اب بھی حجاج کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں تو دنیا کی جو نعمت چاہوں مل سکتی ہے بتایئے آپ کی کیا رائے ہے؟ ماں نے جواب دیا:

''اے میرے بیٹے! تو اپنی نیت خوب جانتا ہے، اگر تو سمجھتا ہے کہ تو حق پر ہے اور حق کی طرف بلانے والا ہے تو اس پر صبر کر، تمہارے اَصحاب کو قتل کر دیا گیا اور تمہاری گردن بھی نہ بچ سکے گی۔ بنی اُمیہ کے لڑکے اس سے کھیلیں گے اور اگر تو جانتا ہے کہ تو حق پر نہیں ہے صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے ہے تو تو بہت برا بندہ ہے تو نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور اپنے اصحاب کو بھی جو تیرے ساتھ قتل ہوں گے اور اگر تو حق پر ہے تو دین کو ہلکا نہ جان تو دنیا میں کتنی دیر زندہ رہے گا؟''

سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے ماں کے جذبات کی تائید کی اور حجاج کی مخالفت میں شہید ہو گئے۔ (۳۲)

اظہارِ حق

خواتین نے اپنوں ہی کو حق پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ معاشرہ میں جہاں کہیں ان کو بگاڑ نظر آیا، اس کو بدلنے اور اس کی جگہ خیر و صلاح کو قائم کرنے کی جدو جہد کرتی رہی ہیں۔

① سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کو سولی دینے کے بعد حجاج ان کی والدہ اسماء کے پاس گیا اور کہا: آپ کے صاحبزادے نے خدا کے گھر میں بے دینی اور الحاد پھیلایا جس کی سزا خدا نے اس کو دردناک عذاب کی شکل میں چکھائی ہے۔ حضرت اسماء نے کہا:

''تو جھوٹ بولتا ہے وہ تو اپنے والدین کا فرمانبردار تھا، روزے رکھنے والا اور قیام کرنے والا تھا میں نے نبیؐ سے سنا کہ ثقیف قبیلے سے دو جھوٹے نکلیں گے دوسرا پہلے سے زیادہ شر والا ہوگا۔'' (۳۳)

② سُمَیہ نامی ایک کنیز تھی جس سے دورِ جاہلیت میں اس کے آقا بیسوائی کراتے تھے۔ سیدنا معاویہؓ کا ظالم گورنر زیاد اس کا لڑکا تھا۔ عموماً جیسے بیسواؤں کی اولاد کے حسب و نسب کا

---

(۳۲) البدایہ والنہایہ: ۳۳۰/۸ (۳۳) مسند احمد: ۳۵۱/۶

کوئی علم نہیں ہوتا اسی طرح زیاد کے سلسلۂ پدری کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا اور وہ نامعلوم النسب ہی مشہور تھا۔ حضرت معاویہؓ کے سامنے ایک شخص نے شہادت دی کہ ایک مرتبہ جاہلیت میں ابوسفیانؓ کی سُمیّہ کے ساتھ خلوت ہوگئی تو اس کے نتیجہ میں یہ پیدا ہوا۔ اس شہادت کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے اس کو ابوسفیانؓ کی اولاد اور اپنا بھائی قرار دے لیا۔

زیاد اس سے بہت خوش ہوا وہ چاہ رہا تھا کہ اکابر اُمت سے بھی اس کی تصدیق ہو جائے چنانچہ حضرت عائشہؓ کو اس نے ایک خط لکھا جس کا سرنامہ یہ تھا: ''ابوسفیان کے لڑکے زیاد کی جانب سے اُمّ المومنین عائشہؓ کے نام' حضرت عائشہؓ اس غیر اسلامی فعل کی کیسے تائید کر سکتی تھیں۔ انہوں نے نہ تو حضرت معاویہؓ کے فیصلہ کا کوئی احترام کیا اور نہ زیاد جیسے سخت گیر اور جور پیشہ گورنر کی کوئی پرواہ کی اور جواب کا آغاز ان کلمات سے کیا ''امّ المومنین عائشہؓ کی طرف سے نامعلوم باپ کے لڑکے زیاد کے نام'' [۴۳]

اَعیانِ حکومت کو نصیحت اور اس کے نتائج

تنقید یا تائید اسی وقت سود مند ہوتی ہے جب کہ اس کے پیچھے خلوص اور خیر خواہی کے جذبات کارفرما ہوں، ورنہ نہ تو تائید کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ تردید کا۔ مسلمان خواتین نے جو کچھ کہا اور کیا، ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر خالص دین اور ملت کے مفاد کی لئے کہا اور کیا۔

دین کے نفع وضرر کا پاس ولحاظ، اس کے لیے ہر طرح کی قربانی اور شدید ترین و جاں گسل مواقع پر استقامت؛ خاتونِ مسلم کی یہ ایسی صفات تھیں جنھوں نے اس کے خلوص اور وفاداری کو ہر شک وشبہ سے بالاتر کر دیا اور کوئی بھی شخص اس کو دین اور اَربابِ دین کی بدخواہ اور غدار نہیں ثابت کر سکا۔ اُس نے فرد اور جماعت کے مفاد کے لئے جو بھی اقدام کیا اس کو ذاتی غرض اور نفسانی خواہش پر محمول نہیں کیا گیا بلکہ مخلصانہ جدوجہد سمجھ کر اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ عام اَفراد تو کیا، ذمہ دارانِ ریاست تک نے اس کی تنقید اور نصیحت کو عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔

① سیدنا معاویہؓ نے سیدہ عائشہؓ کو لکھا کہ مجھے ایک مختصر سی نصیحت کیجئے (جسے میں ہمیشہ

---

[۴۳] طبقات ابن سعد: ۷۱/۸

کے لئے اپنے سامنے رکھ سکوں) تو امّ المومنین عائشہ صدیقہؓ نے انتہائی مؤثر اور ایک حاکم وقت کو رہنمائی کا کام دینے والا حضور ﷺ کا یہ ارشاد لکھ کر بھیجا:

”من التمس رضى اللهِ بسخط الناس كفاه الله مؤنة الناس ومن التمس رضا الناس بسخط اللهِ وكله الله إلى الناس“[۳۵]

”جس شخص نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی ناراضی سے کافی ہوجائے گا۔ اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے ہی سپرد کردے گا۔“

② ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں خولہ بنت ثعلبہؓ سے ملاقات ہوگئی۔ وہ وہیں حضرت عمرؓ کو نصیحت کرنے لگیں۔ رعایا کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے رہو۔ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ جس شخص کو خدا کے عذاب کا خوف ہوگا وہ قیامت کو دور نہیں سمجھ سکتا اور جس کو موت کا کھٹکا لگا ہوگا (وہ لا ابالی زندگی نہیں گزار سکتا بلکہ) اس کو نیکیوں کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا ہر وقت خدشہ رہے گا۔“[۳۶]

③ ایک مرتبہ عمرؓ نے فرمایا: مہر کی مقدار کم رکھو تو ایک عورت نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو اس کی تبلیغ کا حق نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ”اگر تم اپنی عورتوں کو مہر میں ایک ڈھیر مال بھی دے دو تو اس سے ایک حبہّ بھی نہ لو۔“ اس سے معلوم ہوا کہ مہر کی کوئی حد نہیں ہے حضرت عمرؓ نے اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: ”ایک عورت نے عمرؓ سے بحث کی اور غالب رہی۔“[۳۷]

④ سودہ بنت عمارہ نے جنگِ صفین میں حضرت معاویہؓ کے خلاف حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے کہ یہ حضرت معاویہؓ کے پاس گئیں۔ پہلے تو ماضی میں جو کچھ ہوا، اس پر معافی چاہی پھر کہا: ”امیر المومنین! آپ لوگوں کے سردار اور ان کے معاملات کے ذمہ دار و نگہبان ہیں، اس لئے ان کے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کیے ہیں ان کے متعلق وہ آپ سے ضرور پوچھے گا۔ ہم پر ایسے گورنر متعین ہو کر آتے ہیں جو

---

۳۵ سنن ترمذی: ۲۴۱۴

۳۶ الاستیعاب، تذکرہ خولہ بنت ثعلبہ

۳۷ فتح الباری: ۹/۱۶۱

آپ کے غلبہ و اقتدار کو مستقل اور وسیع کرنے کے ساتھ ہم کو کھیتی کی طرح کاٹ پھینکتے اور گائیوں کی طرح روند ڈالتے ہیں۔ یہ ہمارے حقوق کو ٹھیک سے اَدا نہیں کرتے۔ ہم کو خراب سے خراب تر چیز چکھاتے ہیں اور بڑی سے بڑی اور نفیس سے نفیس شے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھیے، ابن اَرطاۃ حاکم بن کر آیا تو اس نے ہمارے قبیلہ کے افراد کا خون بہانا شروع کر دیا اور میرا مال چھین لیا۔ آپ کی اطاعت ہم پر فرض ہے ورنہ ہمارے اندر اتنا کس بل اور بچاؤ کی قوت ہے کہ ہر ظلم کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اس کو معزول کر دیں تو ہم آپ کے مشکور ہوں گے ورنہ ہم آپ کو بھی دیکھیں گے۔" حضرت معاویہؓ نے کہا: کیا تو مجھے اپنی قوم کے ذریعہ دھمکی دے رہی ہے؟ "قسم خدا کی میں نے تو ارادہ کیا ہے کہ تجھ کو کانٹوں بھری سواری پر بٹھا کر اسی کے پاس لوٹاؤں تا کہ وہ اپنا فیصلہ تجھ پر نافذ کرے۔" اس پر سودہ خاموش ہو گئیں۔ پھر کچھ دیر بعد دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

> "اللہ تعالیٰ اس روح پر رحمت نازل فرمائے جس کو ایک قبر نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور جس کے ساتھ عدل و انصاف بھی دفن ہو چکا ہے۔ اس نے حق کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ اس کے عوض دولت دنیا میں حاصل کرے گا، اس طرح حق اور ایمان اس میں جمع ہو گئے۔"

حضرت معاویہؓ نے پوچھا: وہ کون؟ علیؓ بن ابی طالب۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا: تجھ پر اس عدل و انصاف کا کوئی نشان نظر نہیں آتا؟ اس نے جواب دیا: میں یہ بلا دلیل نہیں کہہ رہی ہوں۔ میرے پاس ان کے انصاف کا ثبوت موجود ہے۔ ایک دن میں نے ان کی خدمت میں ان کے ایک محصل صدقات کی شکایت لے کر پہنچی۔ وہ اس وقت کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو محبت بھرے انداز میں پوچھا: کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے؟ میں نے محصل کی زیادتی بیان کی تو رونے لگے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا: "اے میرے اللہ! تو جانتا ہے، میں نے اپنے گورنروں کو تیری مخلوق پر ظلم و ستم ڈھانے اور تیرے حقوق کو چھوڑ بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔" اس کے بعد فوراً جیب سے چمڑے کا ایک ٹکڑا نکالا اور اس پر اس کی معزولی کا حکم لکھ بھیجا۔ اس میں کسی قسم کی تاخیر روا نہ رکھی (لہٰذا آپ کی حکومت کو بھی ایسے ہی عدل پرور ہونا چاہیے کہ کسی بھی شخص پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے۔ حضرت معاویہؓ نے حکم دیا

کہ اس کے ساتھ عدل وانصاف کیا جائے۔ اس نے پوچھا: کیا انصاف میرے ہی ساتھ مخصوص ہے یا میری قوم بھی اس میں شریک ہے؟ حضرت معاویہؓ نے کہا: تمہیں اپنے علاوہ دوسروں سے کیا مطلب؟ اس نے کہا: ''انصاف ہو تو سب کے ساتھ ہو ورنہ یہ بہت ہی مذموم بات ہو گی کہ ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے اور دوسروں پر ظلم روا رکھا جائے۔ اگر آپ میرے کل قبیلہ کے ساتھ عدل نہیں کر سکتے تو مجھے بھی انصاف کی کوئی ضرورت نہیں، میری قوم جس خستہ حالت میں پڑی ہوئی ہے میں بھی پڑی رہوں گی۔''

حضرت معاویہؓ نے کہا: ابن ابی طالب نے تم کو جری بنا دیا ہے۔ پھر ماتحتوں کو حکم دیا کہ گورنر کو لکھ دو کہ اس کے مطالبات پورے کیے جائیں۔[۳۸]

⑤ اسی طرح عکرشہ بنت اَطرش بھی حضرت معاویہؓ کے دربار میں ان کے گورنروں کی شکایت لے کر پہنچی اور بے باکانہ کہا کہ ''اس سے پہلے ہمارے اغنیا سے زکوۃ لی جاتی اور ہمارے غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی، لیکن اب نہ تو شکستہ حال کی شکستگی دور ہوتی ہے اور نہ محتاج کی محتاجی رفع کی جاتی ہے۔ اگر یہ سب کچھ آپ کی ایماء اور مشورے سے ہو رہا ہے تو آپ جیسے شخص سے (توقع یہ کی جاتی ہے کہ) تنبیہ ہوتے ہی فوراً چونک اُٹھیں گے اور توبہ کرینگے اور اگر اس میں آپ کی رائے اور مشورہ کو دخل نہیں ہے بلکہ گورنروں کی اپنی طرف سے ظلم و زیادتی ہے (تو یہ بھی آپ جیسی ذمہ دار شخصیت کے منافی ہے کہ) وہ امانت داروں کو چھوڑ کر خائنوں سے تعاون حاصل کرے اور ظالموں کو خدمات پر مامور کر دے۔'' حضرت معاویہؓ نے معذرت کی کہ کبھی کبھی ایسے خراب حالات سے ہم کو سابقہ پڑتا ہے کہ قانون پر عمل کرنے سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! آپ کیسی بات کر رہے ہیں۔ اس دانائے غیب نے ہم پر کوئی ایسا فرض متعین ہی نہیں کیا ہے جس پر عمل سے دوسروں کو نقصان ہو۔ بالآخر حضرت معاویہؓ نے اس قبیلہ کی زکوۃ کو اسی کے افراد کے اندر تقسیم کرنے اور اس کے ساتھ عدل وانصاف کیے جانے کا فرمان جاری کیا۔''[۳۹]

اس جرأت و ہمت کو دیکھئے کہ کس طرح دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت سے بے خوف ہو کر

---

[۳۸] العقد الفرید: ۲۱۱/۱-۲۱۲ [۳۹] ایضاً ص ۲۱۶

حق کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس دین پر وہ ایمان رکھتی ہے، ناممکن ہے کہ وہ باطل کی تاریک شب کو اس پر قبضہ جمانے کی اجازت دے۔ اگر وہ اس کی اجازت دیتی ہے تو اپنے دین و ایمان کی موت کا اعلان کرتی ہے۔ اس لئے وہ مجبور ہے کہ سوسائٹی میں باطل کے جراثیم کو پنپنے اور دین و ایمان کی غارت گر قوتوں کو قدم جمانے کا موقع نہ دے۔

سیدہ عائشہ کی تنقید و احتساب

بنو اُمیہ کے آغازِ خلافت کا ذکر ہے کہ حضرت معاویہؓ کے گورنر اپنے خطبوں میں حضرت علیؓ اور ان کے حامیوں پر لعن طعن کرتے تھے۔ ان کی اس روش پر کوفہ کے ایک صحابی حجر بن عدیؓ برملا تنقید فرماتے اور ساتھ ہی حضرت علیؓ اور ان کے اعوان و انصار کی مدح و توصیف کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے گورنروں نے ان کی زبان بندی کی ہر چند کوشش کی، لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کے برعکس حجر بن عدیؓ کے ہم خیال اور مؤیدین میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت معاویہؓ نے حجرؓ اور ان کے بعض ساتھیوں کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے۔ اور جب یہ گرفتار کر کے ان کے پاس لائے گئے تو ان کے قتل کا فیصلہ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ کو اس کا علم ہوا تو فوراً عبدالرحمٰن بن حارث کو حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا کہ وہ اس اقدام سے باز آ جائیں، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی حجرؓ اور ان کے سات ساتھی شہید کیے جا چکے تھے۔ اس پر حضرت عائشہؓ بے حد خفا ہوئیں اور حضرت معاویہؓ سے سختی سے باز پرس کی عبدالملک بن نوفل روایت کرتے ہیں کہ وہ یہاں تک کہتی تھیں:

"لو لا يغلبنا سفهاء نا لكان لي ولمعاوية في قتل حجر شأن"[۴۰]

''اگر سفہا کے غلبہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو حجر کے قتل کے سلسلہ میں میرا اور معاویہ کا معاملہ کچھ اور ہی ہوتا۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اکابر صحابہ، فتنہ و فساد کے خدشہ سے بعض غیر شرعی اُمور انجام پاتے ہوئے دیکھنے کے باوجود خاموش رہے، اسی طرح حضرت عائشہؓ نے بھی اس معاملہ میں بر بنائے مصلحت سکوت اختیار کیا۔ ورنہ وہ کوئی سخت قدم اُٹھانا چاہتی تھیں۔

حج کے زمانے میں حضرت معاویہؓ کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عائشہ

---

[۴۰] البداية والنهاية: ۵۵/۸

نے تہدید آمیز انداز میں پوچھا:

''اے معاویہ! تو نے حجر اور اس کے ساتھیوں سے جو کیا وہ کیا۔ تو نہیں ڈرتا کہ میں کسی آدمی کو چھپا کے بٹھاؤں تا کہ وہ تجھے قتل کر دے۔''

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے معذرت کرتے کرتے بڑی مشکلوں سے ان کی خفگی کو ختم کیا۔ (۴۱)

رائے اور مشوروں کا حق اور اس سے استفادہ

یہ تاریخی شہادتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلامی معاشرہ کے سود وزیاں اور نفع وضرر سے مسلمان عورت کسی تماشائی کی طرح غیر متعلق نہیں رہ سکتی، کیونکہ معاشرہ کے بناؤ اور بگاڑ اور اصلاح وفساد سے اس کا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق ہوتا ہے۔ معاشرہ کا نقصان اس کا اپنا نقصان اور معاشرہ کا فائدہ اس کا اپنا فائدہ ہے۔ وہ معاشرہ کو خیر کی بنیادوں پر قائم رکھنے میں مدد دے گی تو لازماً شر کی راہ پر لے جانے کی مخالفت اور مزاحمت بھی کرے گی۔ بھلائیوں کا خیر مقدم کرے گی تو برائیوں پر احتجاج بھی کرے گی۔ یہ اس کا فطری حق ہے جو اجتماعی زندگی نے اس کو عطا کیا ہے۔

جہاں تک اس کے ذاتی مسائل کا تعلق ہے مثلاً نکاح، خلع وغیرہ تو ان کے متعلق شریعت نے صاف اور واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ کوئی بھی شخص اس پر اپنا فیصلہ لاد نہیں سکتا جو بھی اقدام کیا جائے گا، اس کی رضا اور خوشی کے بعد کیا جائے گا۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

«لا تنكح الأيم حتى تستأمر ولا تنكح البكر حتى تستأذن» (۴۲)

''شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اِجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔''

ایک دوسری روایت ہے: «لا تنكحوا اليتامى حتى تستأمروهن» (۴۳)

''یتیم لڑکیوں کا نکاح ان سے رائے اور مشورہ کرنے سے پہلے نہ کردو۔''

'یتامیٰ' کا لفظ یہاں بہت ہی قابلِ توجہ ہے۔ شفیق ومہربان اور خیر خواہ باپ کے نہ ہونے

---

(۴۱) البدایہ والنہایہ: ۵۵/۸ (۴۲) صحیح بخاری: ۵۱۳۶

(۴۳) ابن قتیبہ، عیون الاخبار: ۲۷/۱

کی صورت میں بہت ممکن ہے کوئی ظالم سرپرست بے آسرا لڑکی کو ظلم وزیادتی کا نشانہ بنا لے اور شریعت نے اس کو اپنے متعلق فیصلہ میں رضامندی کا جو حق دیا ہے، اس سے محروم کردے۔ اس لیے خصوصی طور پر اس سے رائے اور مشورے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ عورت پر کسی حال میں بھی جبر نہ ہو۔ ان معاملات کا تعلق تو اس کی اپنی شخصیت سے ہے۔ اس سے بھی آگے حضور اکرم ﷺ کی ہدایت ہے: «آمروا النساء في بناتهن» (۴۴)

''عورتوں سے ان کی لڑکیوں کے معاملہ میں مشورہ لو۔''

یہ حدیث بتاتی ہے کہ جن شعبوں سے متعلق وہ تجربات رکھتی ہے اور ان کے نفع ونقصان سے بہتر طور پر واقف ہے، ان کے سلسلہ میں اس کے افکار و خیالات خصوصی توجہ اور اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جن کو نظر انداز کرنا ہمارے لئے کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا بلکہ ان معاملات میں اس کی رائے اور مشورہ سے فائدہ اٹھانے میں پیش قدمی کرنی چاہیے۔

یہ اُسوہ زندگی کے کسی ایک یا چند پہلوؤں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق ہر نوعیت کے مسائل اور تمام پہلوؤں سے ہے۔ اس کا ثبوت ہمیں تاریخ کے صفحات میں جگہ جگہ ملتا ہے۔

حدیبیہ کی مشہور صلح، قریش اور مسلمانوں کے درمیان جن شرائط پر ہوئی تھی۔ ابتدا میں ان سے مسلمانوں کی اکثریت ناخوش تھی۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر لوٹ جائیں گے۔ اس شرط کی وجہ سے آپ ﷺ نے صحابہ کو حدیبیہ ہی کے مقام پر احرام کھولنے اور قربانی کرنے کا حکم دیا، لیکن صحابہ کے جذبات اس وقت اتنے بدلے ہوئے تھے کہ اس حکم کی تعمیل ہوتی نظر نہ آئی۔ آپ ﷺ نے افسوس کے ساتھ ام سلمہؓ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے صحابہؓ کی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے انتہائی دانش مندانہ مشورہ دیا کہ آپ کسی سے مزید گفتگو نہ فرمایئے بلکہ جو مناسک ادا کرنے ہیں ان کو آگے بڑھ کر ادا کیجیے۔ پھر دیکھیے، کس طرح لوگ اس پر عمل نہیں کرتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے مشورہ پر عمل کیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کو دیکھ کر فوراً پیروی شروع کردی۔ (۴۵)

اس طرح اُم سلمہؓ کی درست اور صائب رائے نے آن کی آن میں یہ نازک صورتِ حال ختم کرکے رکھ دی۔ حضرت عمر کے بارے میں ہے کہ

إن كان عمر ليستشير في الأمر حتى إن كان ليستشير المرأة فربما أبصر

(۴۴) سنن ابو داؤد: ۲۰۹۵ (۴۵) صحیح بخاری: ۲۷۳۲

في قولها أو يستحسنه فيأخذ به[46]

''عمرؓ پیش آمدہ مسائل میں (اصحاب الرائے لوگوں سے) مشورہ کرتے حتیٰ کہ (ان مسائل میں سمجھ بوجھ رکھنے والی) کوئی عورت ہوتی تو اس سے بھی اور بسا اوقات ان کی رائے میں خیرو خوبی کا کوئی پہلو دیکھتے یا کوئی مستحسن چیز پاتے تو اس کو اختیار کرتے۔''

شفاء بنت عبداللہؓ کے تذکرہ میں علامہ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں:

''شفاءؓ ہجرت سے قبل اسلام لائیں، وہ مہاجرات میں سے ہیں اور نبی کی بیعت ہوئیں۔آپ کا شمار فاضل اور زیرک عورتوں میں ہوتا تھا۔حضرت عمرؓ ان کی رائے کو مقدم رکھتے اور اسے ترجیح دیتے تھے۔''[47]

جس زمانہ میں حضرت عائشہؓ حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لینے کی تیاری کررہی تھیں، اپنی ایک تقریر میں فرماتی ہیں:

''لوگ عثمان کے خلاف ہو رہے تھے اور ان کے عمال پر الزامات لگا رہے تھے۔وہ ہم سے ان کی خبروں کے بارے مشورہ کرتے تھے تو ہم نے ان سب حالات میں عثمانؓ کو بے گناہ، متقی، اور وفادار پایا جب کہ اودھم مچانے والوں کو فاجر دھوکے باز اور حیلے باز پایا۔''[48]

اِن الفاظ سے ایک تو یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ حکومت اور اس کے ذمہ داروں کے اعمال کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرتی رہتی تھیں کہ کون سے اُمور حدودِ عدل وانصاف کے اندر انجام پا رہے ہیں اور کہاں ان حدود سے تجاوز ہو رہا ہے، دوسرے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ عوام کے مسائل و معاملات سے حضرت عائشہؓ کا بہت ہی گہرا اور قریبی تعلق تھا اور لوگ اہم سیاسی مسائل تک میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ اُن کو سلجھانے کی کوشش کرتی تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے؟ اس بنیادی سوال کو لے کر بصرہ کی مشہور شخصیت اور اپنے قبیلہ کے سردار احنف، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے علاوہ حضرت عائشہؓ کے پاس بھی جاتے ہیں۔ جب تینوں کی رائے حضرت علیؓ کے حق میں پاتے ہیں تو مدینہ جا کر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔[49]

---

(46) بیہقی: ۱۰/۱۱۳
(47) الاستیعاب فی اسماء الاصحاب تذکرہ شفا بنت عبداللہ
(48) تاریخ کامل: ۲/۹۰
(49) طبری: ۵/۱۹۷

عملی تعاون

مختلف سیاسی و غیر سیاسی مسائل میں عورت کی رائے اور فہم سے اسلامی معاشرہ نے جس طرح فائدہ اُٹھایا ہے، اس طرح اپنی تعمیر و تشکیل کے سلسلے میں بھی اس کی عملی صلاحیتوں سے وہ مدد حاصل کرتا رہا ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ضرورت پر خلافت نے بھی اس سے یہ خدمات حاصل کی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے خوارج نے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جہاد پر لے جاتے تھے؟ اُنہوں نے جواب دیا: "وقدكان يغزو بهن فيداوين الجرحى" (۵۰)

''ہاں آپ ان کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے اور وہ زخمیوں اور مریضوں کے علاج معالجہ کا کام انجام دیتی تھیں۔''

كان رسول الله ﷺ يغزو بأم سليم ونسوة من الأنصار فيسقين الماء ويداوين الجرحى (۵۱)

''رسول ﷺ اُم سلیم اور انصار کی بعض خواتین کو لے کر جنگ پر روانہ ہوتے تھے تاکہ وہ پیاسوں کو پانی پلائیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کریں۔

اسکے علاوہ بعض سماجی اور مذہبی کام بھی ان سے لیے گئے ہیں مثلاً امّ ورقہ بنت عبداللہ کہتی ہیں:

"كان رسول الله يزورها في بيتها وجعل لها مؤذنا يؤذن لها وأمرها أن تؤمن أهل دارها" (۵۲)

''رسول اللہ ان کے گھر آتے تھے انہوں نے اس کے لیے ایک مؤذن مقرر کیا جو اذان کہتا تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کروائیں۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیتے تھے کہ وہ رمضان کی راتوں کی نماز (تراویح) میں ان کی گھر کی عورتوں کی امامت کرے۔ (۵۳)

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی معاشرہ نے عورت پر بہت سی مذہبی اور سماجی ذمہ داریاں عائد کیں اور مسلمان عورت نے اپنی خانگی فرائض کے ساتھ اپنی اِن ذمہ داریوں کو بطریق اَحسن پورا کیا ہے۔

---

(۵۰) صحیح مسلم: ۱۸۱۲ (۵۱) ایضاً (۵۲) سنن ابوداؤد: ۵۹۱

(۵۳) المحلی: ۱۱۸/۳

دورِ حاضر اور مسلمان عورت کی ذمہ داری

آج کے دور میں مسلمان عورت کی ذمہ داریاں کئی گنا بڑھ گئی ہیں۔ اس کا کام صرف گھر کی دیکھ بھال نہیں بلکہ اس کی اصل ذمہ داری نئی نسل کی پرورش و نگہبانی ہے جو انفرادی توجہ اور اچھی تعلیم و تربیت کی مستحق ہے۔ گھر ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ بچوں کی پرورش و تربیت، ان میں شعائرِ اسلامی کا احترام پیدا کرنا، اسلامی خطوط پر ان کی اُٹھان، جہادِ زندگانی میں مردوں کی سچی رفیق ثابت ہونا، ان میں حوصلہ اور ہمت پیدا کیے رکھنا، ان کی ذمہ داریوں کا بوجھ کم کرنا اور گھر میں آمدن و خرچ کے بارے میں صحیح رویے اختیار کرنا؛ یہ وہ تمام کام ہے جو آج کی عورت سرانجام دے سکتی ہے تاکہ گھر میں سکون و چین کی فضا پیدا ہو سکے۔

حاصل کلام یہ کہ تعمیر و اصلاح معاشرہ کے کام میں باشعور اور دینی تعلیم و تربیت سے بہرہ مند خواتین بہت عمدگی سے اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں۔ معاشرے میں نمودار ہونے والے بعض منفی رجحانات تو ایسے ہوتے ہیں جن کی خواتین اوّل قدم پر ہی اپنی انفرادی کوششوں سے درونِ خانہ بیخ کنی کر سکتی ہیں۔ شوہروں کے لیے جسمانی و روحانی سکون و تسکین، اپنے قول و عمل سے اولادوں کو دین داری کا درسِ اوّلین، گھروں میں توکل و قناعت اور سکون و آرام کی فضا کی فراہمی، سب فرائض سے وہ کما حقہٗ نمٹ سکتی ہیں۔ کم آمدنیوں کو اپنے سلیقے اور محنت سے استعمال کر کے عزت اور خودداری سے رہنے کا سامان پیدا کر سکتی ہیں۔ اپنے تعاون، رفاقت اور ہمت افزائی سے مردوں کو دینی اور دنیوی ترقی کے دروازے پر پہنچا سکتی ہیں۔ اپنے ہمسایوں اور عزیزوں کے سامنے اپنے کردار و اخلاق کا بہترین نمونہ پیش کر کے کتنے ہی گھروں میں اصلاحِ احوال کی بنیاد رکھ سکتی ہیں۔ دینی اجتماعات کی بدولت کتنے ہی دلوں میں اپنے اخلاق کی عمدگی، شائستگی، احترام و حسن خلق سے دین داری کا شوق پیدا کر سکتی ہیں۔ ہمسایوں کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے حسن سلوک سے اپنے آس پاس ایک ہمدرد، مہذب، دیندار اور معاون ماحول پیدا کر سکتی ہیں اور دین کیلئے ایثار کا عملی مظاہرہ کر کے ان مجاہدات میں شامل ہو سکتی ہیں۔ جن کے لیے حضور ﷺ نے ان کے گھروں کو ہی میدانِ جہاد قرار دیا ہے۔

ملتِ اسلامیہ

محمد اقبال کیلانی[1]

زوالِ اُمت کا سبب

ٹیکنالوجی سے محرومی یا ایمان سے محروم قیادتیں؟

نائن الیون کے خود ساختہ ڈرامہ کے بعد اُمتِ مسلمہ، خاص طور پر اہل پاکستان جس الم ناک صورت حال سے دوچار ہیں، اس پر دلِ حساس رکھنے والا ہر شخص یہ سوچتا ہے کہ آخر مسلمانوں کے اس زوال اور پستی کا اصل سبب کیا ہے؟

مارچ ۲۰۱۱ء کے ماہنامہ 'محدث' لاہور، شمارہ نمبر ۳۴۵ میں ''عہدِ رسالت اور سائنس و ٹیکنالوجی'' کے عنوان سے شائع ہونے والا مقالہ ایسے ہی دل دردمند کی ایک پکار ہے جس میں مقالہ نگار محترم ڈاکٹر نعمان ندوی نے قرآنی آیات اور سیرتِ طیبہ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ زوالِ اُمت ہمارے ضعفِ ایمان کا نتیجہ ہے۔

محترم ندوی صاحب کے مقالہ پر مدیر 'محدث' محترم حسن مدنی صاحب نے اپنے مختصر تبصرہ میں مقالہ نگار کے موقف کو 'قابل غور' قرار دیا ہے اور ساتھ یہ وضاحت فرمائی ہے:

> ''ذاتِ باری تعالیٰ پر اعتقاد اور اعتماد رکھنے کو شرطِ ایمان ٹھہراتے ہوئے، دنیا کے دار الاسباب ہونے کے تحت اللہ تعالیٰ نے عملی رویہ کے طور پر اُمتِ مسلمہ کو دنیاوی اسباب کی جستجو کی تلقین کی ہے بطورِ مثال قرآنِ کریم ہمیں ﴿وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی ہدایت دیتا ہے.... دورِ حاضر کے تناظر میں اُمتِ مسلمہ پر سائنس و ٹیکنالوجی کا حصول واجب ہو جاتا ہے۔''

نائن الیون کے مکر و فریب پر مبنی حادثہ کے فوراً بعد اس وقت کے صدر جنرل (ر) مشرف نے امریکہ کے مطالبہ پر سب کچھ اس کے حوالے کر دیا، تب سے مشرف کے حواریوں اور امریکہ کے نمک خواروں نے بڑے زور شور سے یہ بحث شروع کر رکھی ہے کہ ہم ٹیکنالوجی

۱ مصنف مقبول سلسلۂ کتب تفہیم السنۃ..... پروفیسر کیمسٹری، کنگ سعود یونیورسٹی، الریاض